اِس سیلاب کی منہ زور موجیں کبھی کشمیر کی گلپوش مگر سنگلاخ وادیوں، کبھی لکھنؤ میں باہمی نفرت کے بلند حصاروں اور کبھی شہید گنج لاہور کے گنبد و مینار سے ٹکرائیں تو ہر سُو ایک تزلزل بپا ہوگیا۔ گو دنیاوی مال وجاہ سے اس کے رہنماؤں کے دامن خالی رہے مگر ان کی ندرتِ عمل ذوقِ انقلاب کو تابندگی بخشتی رہی۔ برصغیر کی قومی زندگی کے انتہائی اہم ماہ وسال کا تذکرہ ان عالی حوصلہ انسانوں کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔

ان میں سید الاحرار امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے علاوہ چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا داؤد غزنوی، مولانا مظہر علی اظہر، شیخ حسام الدین، مولانا گل شیر شہید، احسن عثمانی، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، ماسٹر تاج الدین انصاری، آغا شورش کاشمیری جیسے قائدین کے علاوہ لاکھوں ایسے کارکن بھی تھے جو آزادی یا موت کا نعرہ لگاکر جان کی بازی لگایا کرتے تھے۔ ان کارکنوں میں عبدالکریم مباہلہ (قادیان) سے لے کر ———— نور خان کوہالی ٹک کئی ایسے متوالوں کے نام آئیں گے۔ جو وفا آشنا تھے۔ سخت کوش اور متوکل تھے۔ شجاعت و تہور کی انوکھی روایات کے بانی تھے اور ایسے بھی تھے جن کا نام تاریخ کے صفحات پر نہ آسکا۔ مگر ابدی سچائیوں کا نور لے کر یہ سب لوگ کل مالکِ جزا و سزا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔

امیرِ شریعت کی ولولہ انگیز قیادت میں کاروانِ احرار نے شاہراہِ حیات پر ایسے نقوشِ قدم چھوڑے ہیں جنہیں وقت کی تند و تیز آندھیاں بھی نہ مٹا سکیں گی۔

قیامِ پاکستان کے وقت جو مجلسِ احرار کی حیاتِ اُولیٰ کا دَور تمام ہوا تو احرار کے دامن میں ادب العربی کی پاکیزہ روایات کے علاوہ اپنوں کی جانب سے پھینکے گئے چند پتھر بھی تھے۔ ظاہر ہے سامراج دشمنی کا صلہ اس کے علاوہ اور ہو بھی کیا جاسکتا تھا۔

پھر حیاتِ ثانی کے آغاز ہی میں جیوش احرار اپنے بوڑھے مگر بلند حوصلہ جرنیل کی رہنمائی میں ختمِ نبوت کے تحفظ کیلئے کفن بر دوش میدانِ وفا میں اترے۔

سبائیت کے پھیلتے ہوئے خطرات کا سامنا کرنے کے لئے بھی ناموسِ اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاسبانی ان کا فریضہ قرار پائی اور آج بھی یہ کارواں مقاصد کی بلندی اور ذوقِ عمل کی حقانیت پر یقین کے ساتھ زندگی کی منازل طے کر رہا ہے۔